سچے ذکر سے سچے اعمال صالحہ ظاہر ہوتے ہیں۔
تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ اعمال صالحہ میں ڈھلتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ /نومبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل، لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ﴿۳۰﴾

پھر فرمایا:۔

آج چونکہ ذکر کے موضوع پر انشاء اللہ تعالیٰ خطبات کا آغاز ہوگا۔ گزشتہ کچھ جمعہ میں بھی میرا یہی ارادہ تھا لیکن وقت نہیں مل سکا دوسری باتوں میں سارا خطبے کا وقت گزر گیا۔ اس سے پہلے کہ میں اس مضمون کو شروع کروں۔ جس کے عنوان کے طور پر یہ آیتِ کریمہ میں نے پڑھی ہے۔ میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ بیلجیئم کا دوسرا جلسہ سالانہ کل ۲۰ نومبر سے شروع ہو رہا ہے اور دو دن جاری رہ کر ۲۱ کو اختتام پذیر ہوگا۔ اسی طرح مجالس انصار اللہ ویسٹ کوسٹ ریجن یونائیٹڈ سٹیٹ کا امریکہ کا سالانہ اجتماع بھی کل سے شروع ہو رہا ہے اور ۲۱ نومبر تک جاری رہے گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ گوئٹے مالا ۲۰ اور ۲۱ نومبر کو عورتوں کے حقوق پر اجتماع منعقد کر رہے ہیں۔

یہ ایک نیا انداز اختیار کیا ہے انہوں نے، جو برا نہیں کہ اپنے اجتماعات کا ایک عنوان بھی رکھ لیا ہے، جو خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر تقریریں ہوں گی یا نیک نمونے دکھائے جائیں گے۔ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان بھی ۲۱ نومبر کو دوسرا انٹیشنل یوم تبلیغ منا رہی ہیں۔ مکرم ناظر صاحب دعوت وتبلیغ نے خصوصیت سے اس موقع پر کچھ کہنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

چونکہ ذکر کا مضمون چل رہا ہے اس لئے ذکر کے حوالے سے جو نصیحتیں ہوں گی وہ ساری آپ سب کو جن کا میں نے نام لیا ہے اسی طرح ہیں جس طرح باقی دنیا کی جماعتوں کو ہیں۔ لیکن ان مواقع پر جبکہ مختلف لوگ مرد وخواتین اکٹھے ہوں گے تو خصوصیت سے ذکر سے متعلق ان کو تربیت دینا بھی آپ کا فرض ہے۔ یعنی ذکر کا مضمون سن کر جو طبیعتوں میں طبعی طور ایک پرشوق پیدا ہوگا۔ دلوں میں ہیجان پیدا ہوں گے۔ ان کو طریقہ سکھانا اور یہ بتانا کہ کس طرح ذکر کے مضمون کو آپ بعد میں جاری رکھیں اور آگے جا کے دوسروں کو بھی سمجھائیں۔ یہ موضوع ان اجتماعات کا خاص طور پر مقرر کر لیں۔

علاوہ ازیں میں جماعت بیلجئم کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ بہت ترقی کرنے والی جماعت ہے، بہت منظّم ہے، امیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو ایسے عطا ہوئے ہیں جو نیک، دعا گو، پاک باطن اور ذاتیات سے بالکل الگ محض لِلّٰہ وقف ہیں اور اب اللہ کے فضل سے جماعت بیلجئم کو ایسے خدمت کرنے والے بھی عطا ہو گئے ہیں جو امیر کے رنگ میں رنگین ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ کوششیں جو پہلے پھل نہیں لایا کرتیں تھیں اب اچانک ثمر دار ہوگئی ہیں۔ اصل میں امیر صرف اکیلا کافی نہیں۔ اس کے ساتھ اس کے متبعین بھی متقی ہونے چاہئیں اور جب دونوں اکٹھے ہو جائیں، تقویٰ کے مضمون پر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کھیتیاں جو بظاہر ٹھیک ٹھاک دکھائی دیتی ہیں مگر پھل نہیں دیتیں وہ اچانک پھل دار ہو جاتیں ہیں۔ تو جہاں جہاں بھی میں نے غور کر کے دیکھا ہے جماعتیں ثمر دار بنی ہیں وہاں ان دونوں باتوں کا دخل ہے۔ تبھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے۔ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: ۷۵) امامت کے بغیر تو دنیا میں کوئی نظام بھی نہیں چل سکتا۔ لیکن شرط یہ بیان فرما دی۔ متقی پیچھے چلنے والے ہوں گے تو پھر امامت کی برکت سے وہ فائدہ اٹھا سکیں گے یا امامت ان کے تعاون سے ثمر دار ہو جائے گی۔ تو یہ دونوں باتیں بیک وقت ضروری ہیں۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ بیلجیئم کو خصوصیت سے میں یہ یاد دہانی کراتا

ہوں کہ جن نیکیوں کے نتیجے میں آپس میں تعاون اور ایک دوسرے سے محبت اور خدمت کے جذبے سے کام کرنے کی روح کے نتیجے میں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اب پھل دار بنایا ہے۔ ان نیکیوں کی حفاظت کریں اور ہرگز ان میں کسی قسم کا رخنہ نہ پیدا ہونے دیں۔ ایک امیر کے ساتھ محبت کرتے ہوئے، اس کی اطاعت میں، اس کے پیچھے چلیں اور ہر نیک آواز پر لبیک کہنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی توقع سے بھی زیادہ بڑھ کر آپ کو کامیابیاں نصیب ہوں گی۔

مجالس انصار اللہ ویسٹ کوسٹ ریجن یو ایس اے کو خصوصیت سے یہ پیغام ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ میں آپ نے سن لیا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ تو خبردار ذکرِ الٰہی سے ہی دل اطمینان پا سکتے ہیں اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ امریکہ، ایک ایسے ملک میں کام کر رہے ہیں، یا رہ رہے ہیں۔ جہاں اس کے بالکل برعکس ایک نعرہ ہے جو بلند کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام کوششیں اس نعرہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے وقف ہیں کہ خبردار دنیا کی پیروی ہی میں تمہیں سکون ملے گا اور ساری طمانیتیں دنیا کمانے میں ہیں اور دنیا کی لذتیں حاصل کرنے میں ہیں۔ تو ان دونوں نعروں کا کتنا فرق ہے۔ ایک قرآن کا نعرہ ہے وہ آسمان کا نعرہ ہے اور جو امریکہ کا نعرہ ہے وہ زمین کا نعرہ ہے۔ لیکن یہ نعرہ ایسا ہے جس کے جھوٹ سارے ملک میں ظاہر و باہر ہیں۔ کوئی دل نہیں ہے جو وہاں طمانیت پا سکا ہو۔ دولتوں کے انبار لگے پڑے ہیں۔ عیش و عشرت کے سارے سامان مہیا ہیں۔ جتنے بھی انسان سوچ سکتا تھا یا بنا سکتا تھا۔ وہ امریکہ کے قدموں میں پڑے ہیں لیکن ہر دل بے قرار ہے، ہر دل بے چین ہے جتنے زیادہ ڈرگ میں چین ڈھونڈنے والے امریکہ میں ہوں گے شاید کسی ملک میں اتنے کم ہوں۔ جتنے پاگل خانے ان لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جو بے اطمینانی کے نتیجے میں پاگل ہوئے ہیں۔ یعنی ساری زندگی کی بے چینیوں نے ان کو پاگل بنا دیا ہے۔ جتنے پاگل خانے امریکہ میں آباد ہیں ساری دنیا میں کہیں آباد نہیں۔ اتنے زیادہ کہ ان پاگل خانوں میں چونکہ وہ سما نہیں سکتے ان سے زائد بچے ہوئے پاگل وہ (Old Peaple Home) میں بھی چلے گئے، آرام گاہوں میں بھی پہنچ گئے۔ اور ابھی تک پاگل زیادہ ہیں اور جگہیں کم ہیں۔ اور نفسیات کے ماہرین نے جو تجزیہ کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ یہ سارے پاگل وہ ہیں جو زندگی کی

بے اطمینانی سے پاگل ہوئے ہیں۔ جو دنیا کا سب سے زیادہ امیر ملک، جو دنیا کو امن دینے کا دعویٰ کر رہا ہے۔اس کے اپنے گھر امن سے خالی پڑے ہیں۔ اپنے سینے اجڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ ان کو بتائیں اور خصوصیت سے ان اقوام کو جو صدیوں سے مظلوم ہیں اور اب وہ کسی طرح طمانیت کی تلاش کر رہی ہیں۔ ان کو سمجھائیں کہ **Infriorty Complex یعنی احساسِ کمتری میں کہیں طمانیت نہیں ملے گی آپ کو۔ انتقام میں کوئی طمانیت نہیں ہے۔ دنیا کی لذتوں کی پیروی میں کوئی طمانیت نہیں ہے اگر طمانیت ہے تو ذکر اللہ میں ہے۔** یہ مضمون جوں جوں آگے بڑھے گا اور کھلتا چلا جائے گا آپ کو نہ صرف سمجھ آئے گی بلکہ دل کی گہرائیوں تک یہ یقین اتر جائے گا کہ قرآن کا یہ دعویٰ سب دعوؤں سے سچا ہے کہ اس دنیا میں طمانیت سوائے ذکرِ الٰہی کے اور کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتی۔

مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ گوئٹے مالا نے جو عورتوں کے حقوق پر اجتماع رکھا ہے۔ یہ مشترکہ اجتماع ہونے کے لحاظ سے اس میں ایک خاص، ایک دلچسپی کی بات پیدا ہوگئی ہے۔ یعنی عورتیں ہی صرف عورتوں کے حقوق کی بات نہ کریں بلکہ مرد بھی عورتوں کے حقوق کی بات کریں۔ اس کا اگلا قدم پھر یہ ہونا چاہئے کہ مردوں کے حقوق پر بھی دونوں اجتماع اکٹھے ہوں یعنی صرف ایک طرف کی باتیں نہ ہوں، دوسری طرف کی بھی باتیں ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کئی مرتبہ بیان کیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں وہ پہلا مرد جس نے عورتوں کے حقوق کی باتیں کی ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے اور وہ باتیں فرمائی جو آپؐ سے پہلے کبھی کسی نے نہیں فرمائیں اور نہ آئندہ زمانوں میں کبھی کوئی پیدا ہو سکتا ہے جو عورتوں کے حقوق کے متعلق ایسی پیاری تعلیم دے سکے۔ تعلیم تو آسمان سے اتری اللہ نے نازل فرمائی لیکن جس دل پر نازل فرمائی وہ دل پہلے ہی عورتوں کے لئے ایک حسین اسلوب رکھتا تھا۔ ایک حسین انداز تھا۔ پس حضرت خدیجہؓ سے جو آپؐ کو حسنِ سلوک تھا وہ تعلیم کے بعد کب ہوا ہے، وہ تو پہلے کا تھا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے وحی کے نزول سے بہت پہلے شادی کی اور وہ سارا دور جو آپؐ کے حسنِ سلوک کا ہے اس دور میں اور تعلیم کے بعد کے دور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ دل جس پر آسمان سے نور اترا تھا وہ مجسم نور تھا اور کوئی ایک ذرہ بھی عورت کے حقوق کی ادائیگی میں آپ نے کمی نہیں فرمائی۔ ورنہ حضرت خدیجہ اس حوالے میں بعد میں بات کرتیں کہ اللہ نے یہ فرمایا اب مجھے یہ حقوق دو، وہ حقوق دو، زیادہ

کرو، وہ تو ہمیشہ ممنون رہیں کہ اس سے زیادہ احسان کرنے والا خاوند دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوسکتا۔ پس وہ وجود جس نے عورتوں کے لئے نا صرف تعلیم دی بلکہ اس کا دل مجسم عورت کے حقوق کے لئے ایک تعلیم تھا۔ الٰہی تعلیم نے اس کے حسن کو اور ابھارا ہے **لیکن کردار کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا کردار عورت کے لئے پہلے بھی ویسا ہی نمونہ تھا۔**

پس اس پہلو پر غور کرتے ہوئے مردوں کو چاہئے، جیسا کہ خدام الاحمدیہ گوئٹے مالا کو بہت اچھا خیال آیا ہے کہ عورتوں کے حقوق کی باتیں اپنی مجالس میں کیا کریں۔ اپنے اجتماعات میں، اپنے جلسوں میں یہ نہ ہو کہ عورتوں کی طرف سے مطالبے ہوں کہ ہمارے حقوق غصب کئے جا رہے ہوں اور پھر آپ کو اس کے اوپر کچھ کہنا پڑے اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ مردوں کے حقوق کی باتیں اپنی مجالس میں کیا کریں اور اپنے اجتماعات میں اور جلسوں میں عورتوں کو سکھائیں کہ انہوں نے کیا حقوق ادا کرنے ہیں اور اس طرح ایک بہترین معاشرہ پیدا ہو جائے گا۔ حقوق کی طلب ایک نفسیاتی رجحان پیدا کر دیتی ہے اس سے جھگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں اس سے سرکشیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور اس کے نتیجے میں بعض دفعہ انسان اپنے جائز حقوق سے زیادہ مانگنے لگ جاتا ہے۔ تا کہ گفت وشنید میں کچھ تو ہاتھ آئے اور جھوٹ شامل ہو جاتا ہے مطالبوں میں لیکن جہاں حسن واحسان کا اظہار کرتے ہوئے ادائیگی کی باتیں کی جائیں۔ مالک خود یہ کہے کہ میں تمہیں یہ بھی دینا چاہتا ہوں، یہ بھی دینا چاہتا ہوں، یہ بھی دینا چاہتا ہوں۔ اس کے نتیجے میں کوئی جھوٹ شامل نہیں ہوسکتا۔ وہ اتنا ہی دینے کی باتیں کرے گا جتنا دل آمادہ ہے اور مدِ مقابل پھر یہ نہیں سمجھتا کہ میرا حق کم دیا گیا ہے۔ وہ احسان کے نیچے دبتا ہے اور کہتا ہے کہ نہیں اتنا نہ کریں مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

اور یہ روز مرّہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ مالک یا کام لینے والے جو محسن ہوتے ہیں ان کے تابع جن لوگوں کو کیا گیا ہے وہ ہمیشہ کوشش کر کے ان کے حق سے زیادہ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو ان کو دیا جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں یہ بہت زیادہ ہے یہ احسان ہے۔ تو یہ بہترین رشتہ جو ایک نظام میں ایسا حسن پیدا کر سکتا ہے جو دنیاوی نظام میں متصور ہی نہیں ہوسکتا، سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ اسلام کے اندر ممکن ہے کیونکہ اسلامی تعلیم اس کی گنجائش رکھتی ہے۔ عدل کے لحاظ سے بھی پوری ہے اور احسان کے لحاظ سے بھی پوری ہے اور ایتاء ذی القربیٰ کے لحاظ سے بھی پوری اور کامل

ہے۔ تو یہ بھی مجھے خیال آیا کہ اس حوالے سے بھی یعنی لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کے مشترکہ حوالے سے آئندہ ایسے بھی مضامین زیرِ نظر رہنے چاہئیں۔ جن میں عورتیں مردوں کے حقوق کی باتیں کریں اور مرد عورتوں کے حقوق کی۔

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان ۲۱ نومبر کو یومِ تبلیغ منا رہی ہیں۔ ہندوستان کی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اگرچہ بہت دیر سے سوئے ہیں، بہت لمبے عرصے کے بعد اب آنکھیں کھلنی شروع ہوئی ہیں لیکن جہاں بھی اٹھے ہیں ماحول کو دیکھا ہے، کچھ خیال آیا ہے، کچھ اپنے تلافیٔ مافات کے ارادے باندھے ہیں۔ یعنی جو کچھ گزر گیا گزر گیا آئندہ ہم کوشش کر کے آگے بڑھیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے۔ ابھی بہت منزلیں انہوں نے طے کرنی ہیں۔ ہندوستان میں جس حالت میں جماعت احمدیہ کو چھوڑ کر، ہندوستان کے مہاجرین پاکستان گئے اس میں اور چند سال پہلے تک کی حالت میں کوئی نمایاں ترقی کا فرق نہیں تھا۔ بلکہ کئی جگہ نقصان بھی پہنچے۔ تو اب چونکہ ایک ان جماعتوں سے براہِ راست تعلق پیدا ہو چکا ہے اور اب ٹیلی ویژن کے ذریعے خطبات کے ساتھ جو رابطہ بنا ہے۔ اس سے خدا کے فضل سے جو اطلاعیں مل رہی ہیں۔ دور دراز کے وہ لوگ جنہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ خلیفہ وقت سے وہ مل سکتے ہیں، گفتگو کر سکتے ہیں، وہ خط لکھ رہے ہیں کہ ہمیں اب سمجھ آنی شروع ہوئی ہے کہ خلافت کیا چیز ہے اور احمدیت کیا ہے اور بڑے نیک ارادے لے کر وہ نئے عزم کے ساتھ میدانِ عمل میں نکلے ہیں۔ تو ان کے لئے دعا کریں اب یومِ تبلیغ نیشنل منایا جا رہا ہے۔ اس کے مقابل پر ان کی مشکلات بھی بہت زیادہ ہیں کیونکہ دو طرفہ ان کو بلکہ دو طرفہ سے بھی زیادہ سمتوں سے ان کو خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ اول تو جو دیو بند کے علماء اور ان کے ہم مذاق اور ہم مزاج علماء وہ محسوس کر رہے ہیں کہ جماعت وہاں ترقی کر رہی ہے۔ اور بڑے سخت ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں۔ جتنی گندی گالیاں پاکستان میں دی جارہی ہیں وہ کوشش کرتے ہیں اس سے بھی زیادہ گندی گالیاں دی جائیں۔ جتنے احمدیت پر پاکستان میں جھوٹ بولے جا رہے ہیں وہ مقابلہ کر رہے ہیں کہ اس سے زیادہ بولیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان کے مولوی ہمارے ہی بچے ہیں ناں آخر ہم سے سیکھا ہے۔ ان بدیوں میں ہم سے کیوں آگے نکل جائیں۔ تو اس لئے وہ جو وہاں سے جو جھوٹوں کی لسٹیں آ رہی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ بعض مولوی قبر

میں پاؤں لٹکائے بیٹھے اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ جتنا بھی جو بول سکے جو جھوٹ اس آخری حد کو پہنچ چکے ہیں اور بعد کی حد پھر وہ موت ہے۔ پھر موت کے بعد پھر جواب طلبیاں ہیں۔ تو اس دنیا میں تو جھوٹ کی آخری حدیں چھو چکے ہیں۔ ان کی رپورٹیں پڑھ کے بجائے، شروع میں تو تھوڑا غصہ بھی آتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں لیکن اب تو غصے سے گزر کر ہنسی آنے لگ گئی ہے۔

وہ بھی بڑے پاگل ہیں جو مان لیتے ہیں ان باتوں کو احمدی سامنے بس رہے ہیں دیکھ رہے ہیں کون لوگ ہیں، متقی، خدا پرست، خدا کا خوف رکھنے والے، عبادتوں میں آگے، نیکیوں میں سب سے پیش پیش، ماحول کے نمونہ آنکھوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور مولوی کی بات سن کے کان کی بات مان رہے ہیں اور آنکھ کی بات نہیں مان رہے۔ حالانکہ **لیس الخبر کالمعاینة** (مسند احمد: ۱۷۴۵) آنکھ کی دیکھی ہوئی چیز کا خبر کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔ مگر جہالت کی باتیں ہیں ساری تو دعا کریں اللہ تعالیٰ ان مصیبتوں، ان جہالتوں کے نتیجہ میں جماعت کو نقصان پہنچانے کی بجائے جماعت کے لئے افزائش کا انتظام فرما دے۔ کیونکہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ جب یہ جھوٹے گندے پروپیگنڈے اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں اور لوگ پھر دوبارہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جن کے متعلق وہ دلوں میں غلط تصورات قائم کر چکے ہوتے ہیں تو اچانک آنکھ میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور گویا جیسے ایک دم انسان جھنجھوڑا جائے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ہاں یہ تو وہی لوگ نہیں ہیں جو ہم سنا کرتے تھے اور اس کے نتیجے میں پھر زیادہ تیزی سے وہ احمدیت میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ تو ہندوستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبولیت کی لہر بھی دوڑ رہی ہے مخالفت کی بھی ہے۔ لیکن دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفاظت میں رکھے اور ان کی ہر کوشش کو ان کی توقع سے بڑھ کر مثمرِ ثمراتِ حسنہ فرمائے یعنی پھل دار بنا دے۔

دوسرا ان کو خطرہ ہے ہندو مسلمان Jealousy یعنی رقابت کا، مسلمانوں کی طرف سے پیٹھ میں چھرا گھونپا جاتا ہے، اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہی نہیں ہیں، یہ دنیا کے سب سے گندے لوگ ہیں اور ہندو جانتے ہیں کہ اگر تبلیغ کر کے ہندوستان کو کوئی مسلمان بنا سکتا ہے تو یہ جماعت احمد یہ ہے اس لئے اللہ کا اتنا فضل تو ہے کہ ہندو ناجائز بہانہ بنا کر ابھی تک حملہ آور نہیں ہو رہے۔ **الا ما شاء اللہ**، کہیں کہیں بعض دفعہ کوشش ہوئی ورنہ اتنی انہوں نے شرافت ضرور دکھائی ہے کہ جب تک کوئی قطعی عذر ان کے ہاتھ نہ آئے اس وقت تک وہ نفرت پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے

مگر ان کی بھی برداشتیں آخر ایک حد رکھتی ہیں۔ جن علاقوں میں اللہ کے فضل سے ہندوؤں میں سے مسلمان ہونے شروع ہوئے ہیں۔ وہاں یقیناً طرزِ عمل بدلا ہے اور عوام الناس کی طرف سے بڑے سخت مطالبے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو گھروں سے نکال دیا جائے یا ان کی جائیدادیں ضبط کی جائیں ورنہ ہم حملے کریں گے، ان کے گھروں کو جلائیں گے۔ ایسی مہمات وہاں بھی چلائی گئی ہیں مگر ایک فرق ہے کہ وہاں کی حکومت کے کارندے اب تک اس بات پر قائم ہیں کہ اگر شرارت کی پہل دوسروں کی طرف سے نہیں ہوئی یا انہوں نے تمہاری شرارت کا بدلہ شرارت سے نہیں دیا تو ہم ان پر ظلم نہیں ہونے دیں گے۔ خدا کرے یہ جو بنیادی انسانی حق کی حفاظت کا خیال ہے یہ دنیا میں عام ہو جائے اور بجائے اس کے کہ ہم ہندوؤں کی مثالیں دیں۔ اس سے ہزار گنا شاندار مثالیں مسلمانوں کی دیں کہ دیکھو پاکستان میں یہ ہو رہا ہے اور انڈونیشیا میں یہ ہو رہا ہے۔ اور ملائیشیا میں بھی ہو رہا ہے اور عرب ممالک میں یہ ہو رہا ہے لیکن افسوس یہ کہ سارے نظر دوڑانے کے بعد اس قسم کے انصاف کی مثالیں سرِ دست تو ہندوستان سے ہی ہاتھ آئی ہیں۔ پاکستان سے بھی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ وہاں بدلوگوں نے بدیوں کے ذریعہ شریف لوگوں کی آواز کو دبا دیا ہے ورنہ میرا جائزہ یہ ہے کہ پاکستانی قوم کا مزاج منصفانہ ہے۔ غیر منصف ہو بھی چکے ہوں تو ان کے دل کے اندر شرافت آخر اسلامی قدروں کے نتیجہ میں جو شرافت پیدا ہوتی ہے وہ گھٹ تو جاتی ہے مر نہیں جایا کرتی موجود ہے اور جہاں غیر کا خوف نہ ہو وہاں وہ شرافت دیکھاتے ہیں۔

میں نے موازنہ کیا تھا اس سے صرف یہ مراد ہے کہ وہاں میں نے دیکھا ہے کہ ہندوستان کی حکومت کے کارندے غیر کے خوف کے باوجود یعنی اپنے ہم مذہب کے خوف کے باوجود انصاف پر قائم ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور ورنہ وہ ہندو قوم سے تعلق رکھنے والے افسران ہیں۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بدنام ہوں گے ہمیں لوگ کہیں گے کہ تم مسلمانوں کی سرپرستی کر رہے ہو تو اس لئے ہم ہاتھ کھینچتے ہیں۔ لیکن اس حد تک ان کی اخلاقی حالت نہیں گری اور وہ کہتے ہیں کہ انصاف اگر ہے تو ہم اس کو سہارا دیں گے۔ لیکن وسیع پیمانہ پر بعض دفعہ پالیسی کے لحاظ سے دب جاتے ہیں۔ مثلاً اجودھیا میں جو واقعہ ہوا۔ بابری مسجد کو جو شہید کیا گیا۔ اس میں بھی آپ یہ فرق دیکھیں گے کہ حکومت نے کھلم کھلا یہ حق نہیں دیا کسی کو بہانے بنائے کہ ہم مجبور ہو گئے یہ ہو کر رہے ہیں اور وہ کرنا چاہتے تھے

نہیں کر سکے وغیرہ وغیرہ لیکن کھلم کھلا حق نہیں دیا اور جنہوں نے شرارت کی ان کی مذمت ضرور کی جو پاکستان کے ساتھ میں موازنہ کر رہا ہوں یہ کھول کے بتانا چاہتا ہوں شرافت کا عدم شرافت سے موازنہ نہیں ہے۔مگر شرارت کی آواز اتنی خوفناک ہو چکی ہے کہ شرافت ڈر گئی ہے اور دب گئی ہے۔ یہاں تک کہ جب پاکستان میں مسجدیں جلائی گئیں تو کسی حکومت کے کارندے نے اوپر سے نیچے تک ایک نے بھی مذمت نہیں کی۔اب مسلمان ہو کر مسجدیں جلانے کی مذمت کی ان کو توفیق نہیں مل رہی۔ ہندوؤں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ شدت سے اس کی مذمت کریں۔ بلکہ زور سے اس کوشش کو کچل دیں۔لیکن انہوں نے اتنا زور کیا ہے کہ اوپر سے نیچے تک عام انسانوں سے لے کر دانشوروں تک، لکھنے والوں سے لے کر شاعروں تک سب نے سارے ہندوستان نے اس واقعہ کی مذمت کی ہے۔آپ کہہ سکتے ہیں جھوٹے منہ سے کی ہے مگر کی تو ہے۔جھوٹے منہ کی بات تو اللہ بہتر جانتا ہے۔

ایک شاعر نے اس موضوع پر جو شعر لکھے ہندوستان کی مشہور اخباروں میں چھپے مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں لیکن معروف لکھنے والے ہیں۔انہوں نے اس موضوع پر ایسی زبردست نظم کہی ہے۔انہوں نے کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ تم نے مسجد مٹائی ہے تم نے دنیا سے مندر سب مٹا دیئے ہیں۔ کیونکہ جب ایک عبادت کرنے والا جب ایک عبادت گاہ کو مٹاتا ہے تو عبادت گاہوں کے نام نہیں ہوا کرتے ہر عبادت گاہ مٹ جایا کرتی ہے۔ بہت ہی خوبصورت کلام ہے۔لیکن پاکستان میں آپ کو اتنی احمدی مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی ہے اتنی مسجدیں گرائی گئیں، مسمار کر دی گئیں۔کہیں سے مقابل پر یہ اٹھتی آواز دیکھائی نہیں دی۔ پس میں جو تجزیہ کرتا ہوں انصاف پر کرتا ہوں۔ ہرگز یہ نہیں کہہ رہا کہ مسلمانوں میں سے شرافت اٹھ گئی ہے مگر جو شریر لوگ ہیں ان کی آواز کو انہوں نے غالب آنے دیا ہے اور قانون شریر کی حفاظت کر رہا ہے یہ مصیبت ہے۔ ہندوستان میں ابھی قانون شریر کی حفاظت نہیں کر رہا۔اگر قانون ساتھ ہو جائے تو بہت بڑا نقصان مسلمانوں کو پہنچے۔پس اللہ تعالیٰ پاکستان کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے اور دعا کریں کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ ہر خطرے سے محفوظ رکھے۔یعنی ہندوستان کی جماعت کو جو تبلیغ کر رہی ہے اور ان سے کوئی ایسی بے وقوفی بھی سرزد نہ ہو کہ دشمن کو جائز بہانہ ہاتھ آ جائے۔تبلیغ کے نتیجے میں کچھ تکلیف تو پہنچنی ہی پہنچنی ہے۔اگر تبلیغ کامیاب ہو گی تو ناممکن ہے کہ تکلیف نہ ہو لیکن جو اپنی بے وقوفی سے نقصان پہنچتا ہے وہ اس طرح ثواب کا مستحق تو نہیں بناتا۔

جس طرح بغیر کسی بے وقوفی کے محض اللہ کی خاطر، اللہ کی ہدایت کے تابع چلتے ہوئے آپ کام کریں اور پھر نقصان پہنچے یہ دوسری قسم کے نقصان کا اللہ ذمہ دار ہو جایا کرتا ہے اور ایسے بندوں کا جو خالصۃً اللہ کے لئے کام کرتے ہیں اللہ ہر چیز میں کفیل ہو جایا کرتا ہے۔ پس انشاء اللہ جب میں ذکر کا مضمون آگے بڑھاؤں گا اس میں آپ کو ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کو پوری قرآن اور حدیث کی تائید حاصل ہے۔

آیاتِ کریمہ جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ دو سورۃ الرعد سے آیت 29 اور 30 لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کے ذکر پر طمانیت پا گئے۔ یعنی تسکین مل گئی۔ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ خبردار سنو۔ اللہ ہی کے ذکر سے دل تسلی پایا کرتے ہیں۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔ طُوۡبٰى لَهُمۡ ان کے لئے بہت ہی قابلِ رشک مقام ہے ایسا مقام جو ممتاز کر دیتا ہے ان کو دوسروں سے طُوۡبٰى جن معنوں میں جس طرح بولا جاتا ہے اس سے بعض دفعہ یہ شبہ پڑتا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ خوشخبری لیکن خوشخبری کے مقام پر بولا جاتا ہے۔ لیکن لفظ کا مطلب خوشخبری نہیں۔ طاب کہتے ہیں ایک چیز نتھر کر اور پر صاف ستھری ہو جائے۔ تو ایسا مقام جو بالا ہو اور نتھر کے نمایاں اور ممتاز ہو جائے اور قابلِ رشک ہو۔ بہت پاکیزہ ہو۔ اس مقام، اس مرتبے، اس شان کو طُوۡبٰى کہا جاتا ہے۔ وَحُسۡنُ مَاٰبٍ اور بہت ہی خوب صورت دلکش جگہ لوٹنے کی ہے۔

پہلی بات ان آیات میں یہ قابلِ غور ہے کہ ان دونوں آیات کا تعلق کیا ہے۔ جہاں تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ والی بات فرمائی گئی۔ وہاں اس کے سوا کوئی جزا بیان نہیں ہوئی۔ جہاں عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی بات ہوئی وہاں ایک جزا بیان ہوئی ہے۔ جو لگتا ہے کہ بہت ہی شان دار جزاء ہے تو ان دونوں کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ کی جو آیت ہے۔ دوسری آیت اس کے بدل کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اٰمَنُوۡا دونوں میں مشترک ہے اور ذکر اللہ اور عمل صالح یہ دو الگ الگ چیزیں اٰمَنُوۡا کے تعلق سے بیان ہوئیں ہیں۔ اس میں بہت سے مضامین بیان ہوئے ہیں۔

ایک آپ کی توجہ کے لئے میں خصوصیت سے یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر کا ایک جھوٹا تصور جو مسلمان صوفیاء میں رواج پا گیا۔ اس کی یہ آیت نفی کرتی ہے۔ بعض صوفیاء یہ سمجھتے ہیں یا سمجھتے رہے مختلف زمانوں میں کہ اللہ کے ذکر کے بعد انسان دوسرے اعمال سے بے نیاز ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صوفی فرقوں میں یہ تصور بھی جگہ پا گیا کہ ذکر اللہ کرو اور نمازوں سے مستثنیٰ، ذکر اللہ کرو اور بنی نوع انسان کی خدمت سے مستثنیٰ، ذکر اللہ کرو مختلف گوشوں میں چلے جاؤ اور دنیا سے تعلق کاٹ لو یہی ذکر اللہ کا مفہوم ہے۔ قرآن کریم نے ان دو آیتوں کو اوپر نیچے رکھ کر ایک خاص ترتیب سے اس مضمون کی کلیۃً نفی فرما دی۔ فرمایا ہم جس ذکر اللہ کی بات کر رہے ہیں کہ وہ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ عطا کرتا ہے وہی ذکر اعمالِ صالحہ میں ڈھلتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ذکر سچا ہو اور اعمال صالحہ نہ رہیں یا اعمالِ صالحہ سے انسان مستغنی ہو سکے تو تکرار کے ساتھ فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یہ عملاً ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اور ذکرِ الٰہی سے ایک مزید بات یہ بیان فرما دی۔ اعمالِ صالحہ کا تو ہر جگہ ذکر ملتا ہے قرآن کریم میں، ایمان کے بعد ذکر کے بعد جب اعمال صالحہ کا ذکر ملا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اعمالِ صالحہ کو ایک نیا حسن عطا کر دیتے ہیں ذکر کے بغیر جو اعمالِ صالحہ ہیں ان میں وہ جان نہیں پڑتی وہ غیر معمولی حسن پیدا نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں طُوْبٰى لَهُمْ انہیں کہا جا سکے۔ تو یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تم ایمان لاؤ اور اللہ کا ذکر کرو پھر تمہیں طمانیت نصیب ہوگی اور طمانیت کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر جاؤ۔ طمانیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ دنیا کی جدوجہد سے آزاد ہو جاؤ گے جہاد سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ اس کے باوجود تمہیں ضرور جہاد کرنا ہوگا اس کے باوجود تمہیں دنیا کے تمام مشاغل میں حصہ لینا ہوگا لیکن ہر دنیا کے تعلق میں ذکرِ الٰہی دلوں پر غالب رہے گا اور جب ذکرِ الٰہی غالب رہے گا تو تمہارے اعمالِ صالحہ کو ایک نیا حسن عطا ہو جائے گا۔ ایک نئی شان عطا ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں طُوْبٰى لَهُمْ ایک ایسا مرتبہ عطا ہوگا جو سب دوسرے مرتبوں سے ممتاز ہے۔ ایک قابلِ رشک حالت عطا ہو جائے گی۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ اور تم واپس جس ٹھکانے کی طرف لوٹو گے وہ بہت ہی حسین ٹھکانہ ہے۔ بہت ہی خوب صورت مقام ہے۔ یعنی مرنے کے بعد جس کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

تو ذکر اللہ کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ **ذکر اللہ کو ایک انسانی زندگی میں تمام اعمالِ صالحہ میں ایک غیر معمولی فوقیت حاصل ہے** اور اسی مضمون کو قرآن کریم ایک دوسرے رنگ میں بیان فرماتا ہے۔ عبادت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللہ کا ذکر اَکْبَرُ ہے۔ حالانکہ عبادت بھی تو ذکر ہے اور یہ خیال کر لینا کہ عبادت کم تر ہے اور عبادت کے باہر ذکر زیادہ ہے۔ یہ اس کا مطلب درست نہیں ہے۔ اس کے بہت سے اور بھی معنی ممکن ہیں لیکن اس موقع پر میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں۔ کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہہ کے یاد کرایا کہ خالی عبادت کا ظاہر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ عبادت کرو اور ظاہری طور پر تمام ارکان ادا کرو اور عبادت کا خیال رکھو۔ تمام الفاظ جو پڑھے جاتے ہیں وہ پڑھے جائیں، تمام دعائیں جو کی جاتی ہیں کی جائیں لیکن اگر ذکر اللہ اس پر غالب نہ رہا تو عبادت میں وہ شان پیدا نہ ہوگی۔ پس جب آپ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں تو اس طرح بھی مضمون کو ادا کر سکتے ہیں۔ جس طرح ایک قاری کسی مضمون کو پڑھ رہا ہے اور اس کے ذہن میں وہ مطلب آ رہا ہے ساتھ ساتھ اور اس طرح بھی ادا کر سکتے ہیں کہ اس مطلب کے ساتھ ساتھ کہ دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ دل ان لہروں کے نتیجہ میں یا جھومنے لگیں یا بعض دفعہ تھرتھرانے لگتے ہیں خدا کے رعب سے اور خدا کے عشق سے۔ تو اگر دلوں میں تموج پیدا نہیں ہوتا اور آپ نماز پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تو وہ نماز یقیناً نسبتاً کم درجہ کی ہے لیکن وہ نماز جس پر ذکر اللہ غالب آ جائے وہی اکبر ہے وہ سب سے بڑی عبادت ہے۔

پس اور معنی ہیں لیکن یہ معانی لازم ہیں اس کے ساتھ اس لئے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ عبادت جو باقاعدہ کی جاتی ہے اس کو چھوڑ دو اس سے بہتر باہر کا ذکر ہے۔ اس عبادت کے اندر ذکرِ الٰہی نہایت ضروری اس عبادت کو زندہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اب ذکر کے تعلق میں چند اور باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں پہلے تو میں ابتدائی طور پر جو مختلف اہلِ علم نے ذکر کے متعلق اپنے تصور پیش کئے ہیں یا صوفیاء اولیاء اللہ نے جن کو ذکر کے تجارب ہوئے انہوں نے اپنے تجربہ کی رو سے ذکر کا ایک مضمون سمجھا ہے۔ اہلِ لغت نے ذکر کے کیا معنی لئے، کیا کیا معانی سمجھے یہ باتیں میں ابتداء آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ آیاتِ قرآنی اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے ذکر کے مضمون کو واضح کرتا چلا جاؤں گا۔

اہلِ لغت لکھتے ہیں ذَکَرَ الشَّیْءَ ذِکْرًا وَ ذُکْرًا وَ ذِکْرًا وَ تَذْکَارًا ، حَفِظَهٗ۔ یعنی ذَکَرَ کا ایک مطلب ہے کسی چیز کو یاد کرنا یا گھوٹہ لگا کر حفظ کرتے ہیں۔ اس کے لئے عرب لفظ ذَکَرَ استعمال کرتے ہیں۔ اس نے ایک چیز کو یاد کر لیا جس طرح قرآن کریم یاد کیا جاتا ہے جس طرح بچے کتابیں یاد کرتے ہیں۔ تو ذکر اللہ اس حوالے سے کیا معنی رکھے گا۔ اس حوالے سے ذکر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس طرح بار بار ذہن نشین کرتے چلے جاؤ کہ جہاں بھی ان سے ملتا جلتا مضمون ہو از خود وہ یاد آ جائیں۔ جو حافظِ قرآن ہوں جن کو اچھی طرح قرآنِ کریم حفظ ہو جب بھی کوئی آیت سے ملتا جلتا مضمون سامنے آتا ہے اچانک وہ آیت ذہن میں ابھر آتی ہے یہ حفظ ہے تو اللہ کو حفظ کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اللہ کو حفظ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ پر ایسا غور ہو کہ موقع اور محل کے مطابق جس صفت کا کسی ایسی چیز سے تعلق ہو کہ آپ مشاہدہ کر رہے ہوں یا سن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں یا محسوس کر رہے ہیں۔ اچانک اللہ تعالیٰ کی صفت کا وہ پہلو آپ کے سامنے ابھر آئے۔ ان معنوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا ذکر کیا ہے۔

پھر ذکر کا مطلب ہے جَرْیُ الشَّئیِ عَلٰی لِسَانِکَ یعنی ذکر اس بات کو کہتے ہیں جو زبان پر جاری ہو۔ ذَکر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف یاد آ جانا کافی نہیں بلکہ اس یاد کو بیان کرنا ضروری ہے اور جگہ جگہ آپ کی مجالس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر چلنا چاہئے تبھی وہ ذکر بنے گا۔ یعنی خاموش ذکر بھی ذکر ہی ہے لیکن زبان سے جاری ہونا بھی ذکر کے مضمون میں داخل ہے۔ پس اللہ اگر ذہن میں ہے اللہ اگر دل میں ہے تو اس کا زبان پر جاری ہونا ایک طبعی اور ضروری امر ہے۔ پس اپنی مجالس میں اپنی روزمرہ کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کیا کریں اور یہ وہ ذکر ہے جو نماز کے باہر کا ذکر ہے۔ کیونکہ نماز میں تو آپ جاتے ہی خدا تعالیٰ سے باتیں کرنے کے لئے ہیں۔ اپنے گھروں میں ہر وقت مختلف مواقع پر، سیر وتفریح میں یا گھر میں بیٹھے ہوئے یا دفتر یا دنیا کے کاموں میں یا تجارتی گفتگو میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اگر اللہ آپ کو یاد ہو تو زندگی کے کسی موقعے میں ایسا اتفاق ہو کہ خدا سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو یعنی اس موقع پر خدا کی کوئی خاص صفت یاد نہ آ سکے، ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ساری زندگی ذکر سے بھری ہوئی ہے۔ اگر آپ محسوس کریں اور اس حوالے سے تلاش کیا کریں اور تلاش تبھی آپ کر سکیں گے اگر ذہن میں موجود ہے۔

پس صفاتِ باری تعالیٰ پر غور کرنا اور اسے یاد کرنا اور قرآن اور حدیث کے حوالے سے اس مفہوم کو سمجھنا یہ ذکر کے پہلے معنی ہوں گے یعنی حفظ کرنا اللہ کو اور اس کے طبعی نتیجے کے طور پر پھر خدا تعالیٰ زبانوں پر جاری ہونا شروع ہو جائے گا اور ایسے لوگ جن کو خدا حفظ ہو جائے۔ وہ لازماً اس کا ذکر کرتے ہی رہتے ہیں۔ حافظِ قرآن دیکھ لیں جہاں اچھے حافظِ قرآن ہوتے ہیں۔ بات بات پر ان کو آیتیں یاد آتی ہیں۔ بات بات پر وہ بیان کرتے ہیں دیکھو فلاں آیت میں یہ لکھا ہوا ہے۔ پس اس پہلو سے خدا کو حفظ کریں اور خدا کا ذکر کیا کریں۔

پھر ذَكَرَ الشَّيْءَ اِسْتَحْضَرَهٗ یعنی کوشش کر کے ذہن میں کسی چیز کو لانا یہ بھی ذکر کہلاتا ہے۔ کوئی چیز آپ کو یاد آ رہی ہوتی ہے جیسے کوئی چیز آپ کے ذہن میں تھی اس وقت اچانک سامنے نہیں آتی۔ تو آپ سوچتے ہیں بعض دفعہ آپ ماتھا بجاتے ہیں۔ ٹھہرو ٹھہرو ایک بات مجھے یاد آ رہی ہے۔ کوشش کر کے اس کو کھینچ کر لے آتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق کہ اگر خود بخود بھی وہ ذہن میں نہ ابھرے تو چونکہ دل اٹکا ہوا ہو اس لئے دل چاہے کہ وہ بات آپ کو یاد آئے جو اللہ سے اس تعلق کو جوڑ دے اور کوشش کر کے خدا کے ذکر میں ان باتوں کو تلاش کرنا جو موقع اور محل کے مطابق ہوں یہ بھی ذکرِ الٰہی ہے اور اس میں محنت کرنی پڑتی ہے۔ بعض لوگ بھول جاتے ہیں وہ بعض دفعہ علامتیں بنا لیا کرتے ہیں یاد رکھنے کے لئے اور اس لئے ذکر کے معنوں میں وہ گانٹھ بھی آتی ہے جو لوگ رومال میں دے لیتے ہیں یا کپڑے میں دے لیتے ہیں تا کہ اس گانٹھ سے وہ بات یاد آ جائے جس کی خاطر وہ گانٹھ دی گئی تھی۔ لیکن وہ بات بھی ان کو یاد آتی ہے جن کے ذہن میں گانٹھ کے ساتھ اس کا تعلق قائم رہتا ہے ورنہ بعض لوگ تو گانٹھوں پر گانٹھیں دیتے جاتے ہیں۔

ایک شخص تھا اس کو کسی نے دیکھا اس کا رومال سارا گانٹھوں سے بھرا پڑا تھا۔ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گانٹھیں ہی گانٹھیں چل رہی تھیں۔ اس نے کہا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا یہ جو گانٹھ میں نے جو دی ہے ناں پہلی اس لئے دی تھی کہ ایک میں بات بھول جاتا ہوں میری بیوی نے مجھے کچھ کہا تھا تو میں نے گانٹھ دے دی کہ مجھے یاد آ جائے تو اس نے کہا پھر وہ دوسری گانٹھ اس نے کہا مجھے گانٹھ کا یاد نہیں رہتا کہ کیوں دی تھی۔ تو وہ دوسری گانٹھ میں نے اس لئے دی تھی کہ پہلی گانٹھ یاد آ جائے۔ اور اسی طرح تیسری اور چوتھی اور پانچویں۔ تو اگر اللہ سے تعلق نہ ہو اور خدا سے اتنی واقفیت

نہ ہو کہ فوراً بات یاد آجائے تو آپ جتنی مرضی گانٹھیں دے لیں تو وہ گانٹھیں ہی رہ جائیں گی۔ مگر یہ ذکر کا آخری مقام ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو کچھ گانٹھیں ہی دے لیا کریں یاد رکھنے کے لئے۔ کچھ فیصلے کر لئے کریں کہ فلاں بات جب ہوگی تو میں اللہ کو یاد کروں گا۔ مثلاً کھانا کھانا ہے، پانی پینا ہے، اچھی مزے کی چیز حاصل کرنا ہے۔ آرام کے وقت اور کوئی نعمت کا میسر آجانا، تجارت میں کامیابی وغیرہ وغیرہ۔ یہ گانٹھیں ہیں۔ ان لوگوں کے لئے گانٹھیں ہیں جو عام طور پر ان چیزوں سے گزرتے ہیں اور خدا کو یاد نہیں کرتے کچھ تو ہیں جن کو یاد آتا ہی چلا جاتا ہے۔ تو آغاز اس سے کریں کہ ان چیزوں کو گانٹھیں بنائیں اور خدا کے ذکر کے لئے بہانے بنالیں اور پھر روزانہ دیکھا کریں کہ گانٹھ کر وہ بات یاد آئی بھی تھی کہ نہیں اس طرح کوشش کر کے آپ دوسرے حصے میں داخل ہو جائیں گے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ کوشش کر کے بات یاد کرنا اور یہ اہلیت رکھنا کہ یاد آجائے۔ اس سے پھر اللہ تعالیٰ نسبتاً زیادہ یاد آنا شروع ہوگا اور پھر اس مقام میں داخل ہو جائیں گے کہ جہاں خدا حفظ ہونا شروع ہو جائے گا یعنی از بر ہو جائے گا۔ خود بخود بغیر کوشش کے اور جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو پھر آپ کثرت سے اللہ کا زبان سے بھی ذکر کرنے لگتے ہیں اور دل سے یہ پھوٹتا ہے اور خود بخود ظاہر ہوتا ہے اور تمام ماحول اس ذکر سے لذت یاب ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کو جو دل کی کیفیات ہیں وہ بیان کرنے کے لئے دل ہی سے طاقت ملتی ہے۔ ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ذکر جو ہے وہ لوگوں کے لئے پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر جو ذکر الٰہی ہے۔ وہ کسی پر اثر نہیں کرسکتا۔

چنانچہ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں اگر ان تجارب سے آپ نہ گزرے ہوں اور آپ کسی دہریہ کو کہیں کہ خدا ہے تو آپ کی آواز میں بھی جان ہی نہیں ہوگی۔ اس بے چارے نے کہاں سے قبول کرنا ہے۔ کہتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ اگر دلیل مانگی تو کیا دوں گا از خود فطری جوش سے بات نہیں نکلتی اور چونکہ خدا حفظ نہیں ہوتا اس لئے اس کی تائید میں کوئی دلیل بھی یاد نہیں رہتی۔ جن تجارب کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں سے آپ گزریں تو ہر تجربہ جس میں خدا تعالیٰ کی کوئی صفت آپ نے سوچی آپ کے حالات پر صادق آئی آپ نے اس سے لطف اٹھایا۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت بن جاتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر واقعہ جس نے خدا یاد دلایا وہ اللہ کے حق میں ایک دلیل ہے۔ اور آپ کو اس معاملے میں پھر دنیا میں کوئی شکست نہیں دے سکتا تو ذکر کو زبان سے جاری کرنے سے پہلے جو تمام

مرحلے ہیں۔ان کی طرف آپ کو متوجہ رہنا چاہئے۔

اب میں بعض ذکر کے تعلق میں بعض دوسرے بزرگوں کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ کچھ نئے پہلو اس سے آپ کے ذہن میں آ جائیں گے۔ علامہ قشیری نے ذکر کے متعلق اپنی ایک کتاب میں مختلف بزرگوں کے، صوفیاء کے حوالے اکٹھے کئے ہیں۔ اور وہ مختلف بزرگوں کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں اور اپنے تجربوں کے لحاظ سے بھی ذکر کے مختلف پہلو بیان کرتے ہیں۔

''سئل الواسطی عن ذکر فقال الخروج من میدان الغفلة الی فضاء المشاھدة علی غلبة الخوف و شدة الحب''

یہاں لفظ میں نے فَضَاءُ پڑھا ہے فِضَاءُ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ فِضَاءُ کا مطلب ہے کھلی ہوا اور فَضَاءُ کا مطلب ہے وہ کھلی جگہ جو جنگلوں اور جھاڑیوں کے درمیان اچانک ایک کھلے سے میدان کے طور پر ابھرتی ہے تو چونکہ اس پر کوئی اعراب نہیں ہیں اس لئے دونوں طرح مضمون بہرحال ٹھیک سمجھ آ جا سکتا ہے۔

واسطی سے جب پوچھا گیا کہ ذکر کیا ہے تو کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا **الخروج من میدان الغفلة**۔ انسان غفلت کے میدان میں پڑا رہتا ہے۔ وہاں سے نکل کر اگر وہ مشاہدہ کے میدان میں آ جائے یا مشاہدہ کی فضا میں داخل ہو جائے۔ تو اس کے نتیجے میں، مگر اس کے ساتھ شرطیں ہیں کچھ **علی غلبة الخوف و شدة الحب**۔ یہ واقعہ اس طرح ہو کہ دل پر اللہ کا خوف غالب ہو اور دل پر اللہ کی محبت بھی غالب ہو۔ بیک وقت خوف اور محبت دل پر غلبہ کر جائیں اس حالت میں جب وہ غفلت کے میدان سے نکل کر مشاہدہ کے میدان میں یا مشاہدہ کی فضا میں داخل ہوتا ہے اس کا نام ذکر ہے۔ تو یہ زبان آپ سمجھے کہ نہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر غور کریں اور سمجھیں کہ یہ بزرگ صوفی کہ جنہوں نے زندگیاں گزاری ہیں۔ ذکرِ الٰہی کو سمجھنے میں، اس پر غور کرنے میں، اس میں مصروف رہ کر۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کے خلاصے کچھ نہ کچھ بیان کئے ہیں۔ اور یہ باتیں قابلِ غور ہیں۔ غفلت کے میدان سے مراد یہ ہے کہ میدان تو دونوں زندگی کے میدان ہی دراصل ہیں۔ دو الگ الگ میدان نہیں ہیں۔ زندگی کے میدان میں آپ غفلت کی حالت میں بھی آپ وقت گزار سکتے ہیں۔ آپ کو کچھ پتہ نہیں کہ گردو پیش میں کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے آپ تنہا ہیں اس میدان

میں کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شعور عطا ہوتا ہے۔ اور آپ مشاہدہ کے میدان میں داخل ہوتے ہیں۔ جو باتیں ابھی میں نے پہلے آپ سے کیں تھیں وہ دراصل مشاہدہ کے میدان کی باتیں تھیں۔ کھانا تو آپ روز کھاتے ہیں۔ ذکر کے بعد بھی کھائیں گے تو میدان تو وہی رہا مگر ایک غفلت کی حالت میں کھانا تھا اور ایک شعور کی حالت میں۔ جب شعور کی حالت میں کھاتے ہیں تو کھانے کے ساتھ ایک اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ یاد بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دل میں بڑھتا ہے اور اس کے نتیجے میں کئی قسم کے آپ انسانیت کے راز سیکھ لیتے ہیں۔

ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے۔ کہ ان کے پاس کچھ مرید بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک لڈوؤں کا ٹوکرا آیا تو ٹوکرا ان کو پیش کیا گیا تو انہوں نے سب میں وہ لڈو بانٹے اور ایک لڈو خود بھی اٹھا لیا۔ مریدوں نے مزے سے جلدی جلدی سے وہ لڈو کھا لئے۔ ختم ہو گئے سارے، ٹوکرا ہی ختم ہو گیا اور ان کے ہاتھ میں وہ لڈو اسی طرح پکڑا ہوا تھا اور وہ ایک ایک دانہ کھا رہے تھے اور کھاتے تھے اور پھر غور میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ ہر کھانے والا اسی طرح کھائے مگر بعض دفعہ بعض خاص کیفیتیں تعلق باللہ کی انسان پر اس طرح غالب آ جاتی ہیں کہ اس طرح کھانے میں بھی مزہ آتا ہے۔ اور ایک خاص مزہ آتا ہے۔ تو ایک شاگرد نے عرض کیا ہم تو لڈو کھا گئے، مزے کئے، آپ ایک ہی کو پکڑ کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ دانہ دانہ کھا رہے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں ساتھ ساتھ کہ یہ جو لڈو ہے اس میں جو میدا استعمال ہوا تھا۔ وہ کیسے بنا تھا؟ مجھے خیال آتا ہے کہ او ہو ایک کوئی زمیندار کسی جگہ علی السویرے اٹھ کے جبکہ ابھی دنیا آرام کر رہی تھی۔ موسم سردی کا تھا یا گرمی کا نکلا۔ اور اس نے ایک ہل اٹھایا ساتھ اپنے بیلوں کو جوتا اور دیگر آلات لے کر وہ کھیتوں کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے وہاں محنت کی گندی جڑی بوٹیوں کو اکھاڑ کر باہر پھینکا اور اس محنت کے وقت اس کو کیا پتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس سے یہ کام کیوں لے رہا ہے اس کو کیا پتہ تھا کہ اس محنت کے پھل کا ایک دانہ میرے منہ میں بھی آئے گا لیکن وہ ایک غفلت کی حالت میں کام کر رہا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ او ہو یہ تو خدا تعالیٰ نے جو تسخیر کائنات کی ہے وہ اس طرح کی ہوئی ہے کہ بے تعلق دور دراز کے لوگ کچھ کام کر رہے ہیں اور انسان کو پتا ہی نہیں کہ دراصل وہ اس کی خدمت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے محنت کی اور پھر میں نے سوچا کہ او ہو یہ ہل تو لکڑی سے بنا ہو گا اور ساتھ اس کے لوہے کا پھل بھی

ہوگا اور بیل بھی آخر کہیں سے آئے ہیں۔ان پر بھی محنتیں ہوئی ہیں۔تو اس سے پہلے ایک تر کھان تھا جو محنت کر رہا تھا۔اس نے لکڑی کو خاص طور سے کاٹا اور پھر مجھے خیال آیا کہ او ہو اس لکڑی سے پہلے ایک لکڑ ہارا بھی تو ہوگا۔اس نے جا کے جنگل سے وہ لکڑی کاٹی ہوگی اور وہ پھر جنگل کیسے ہوگا۔کہتے ہیں ایک دانہ تو ختم ہو گیا لیکن یہ مضمون تو جاری تھا پھر ایک اور دانہ پھر اور دانہ اور اس طرح مضمون سے مضمون نکلتا چلا گیا اور پھر میٹھا بھی بنا ہے اس کے بعد، پھر گھی بھی آیا ہے کہیں سے، پھر وہ کڑاہ، جس میں حلوائی نے وہ لڈو بنائے اور پھر وہ نظامِ تجارت جس کے ذریعے چیزیں بکیں اور دوکان دار تک پہنچی اور پھر آگے آئیں اور پھر وہ کاغذ جن میں لپیٹے گئے یا ٹوکرے جنہوں نے بنائے۔تو کہتے ہیں یہ مضمون تو ایک لامتناہی مضمون تھا۔اور اس مضمون کا جو مجھے مزہ آرہا تھا وہ اس لڈو میں کہاں ہے۔

تو لڈو کا مزہ تو جب اللہ کی یاد میں تبدیل ہوا ہے تو ایک حیرت انگیز لطف اس میں پیدا ہو گیا تو یہ ہے مشاہدے کی فضا یعنی جب صوفیاء بات کرتے ہیں کہ غفلت کی فضاء سے، میدان سے نکلو اور مشاہدے کے میدان میں داخل ہو تو مراد یہ ہے کہ میدان تو وہی ہے یہ دو میدان نہیں ہیں۔اسی میدان میں ہوش آجاتی ہے اور ہوش آتے آتے انسان وہ چیزیں دیکھنے لگتا ہے جو پہلے ہی موجود تھیں اس کو نظر نہیں آرہیں تھیں۔اور پھر غلبہ خوف اور شدت حب اس کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔بظاہر یہ لگتا ہے کہ عبارت کا مطلب ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے میدان میں داخل ہو حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہوش آنے کا نتیجہ ہی خوف ہے۔جس چیز کو خطروں سے آگاہی نہ ہو۔وہ بے خوف ہوتا ہے۔اس کو کیا پتا کہ آگے میرے لئے کیا پڑا ہوا ہے۔جب اس کو بتایا جائے کہ کیا ہے اور کیا کیا ہلاکتوں کے سامان اس کا انتظار کر رہے ہیں تو ہوش اڑ جاتے ہیں۔تو لاعلمی بھی ایک قسم کی بہادری پیدا کرتی ہے جو جہالت کی بہادری ہے وہ سچی بہادری نہیں ہے۔تبھی بعض قومیں شراب پی کر لڑا کرتی ہیں اور ویسا نہیں لڑا جاتا۔ہمارے ہندوستان میں بعض غیر مسلم قومیں لڑائی سے پہلے ضرور شراب پیا کرتی تھیں۔کیونکہ شراب کے نشے میں آکر ان کو اپنے خطروں کا پتہ نہیں لگتا تھا کہ خطرے کیا کیا ہیں اور وہ بس ایک دھکے کے ساتھ زور سے داخل ہو جاتے تھے میدانِ جنگ میں جتنے مارے گئے مارے گئے۔بعد میں ہوش آتی تھی کہ کیا واقعہ ہو گیا ہے۔تو اس لئے علم کے نتیجے میں خوف پیدا ہوتا ہے تو جب آپ ذکر کریں گے تو پھر پتا لگے تو کہ او ہو ان باتوں سے میں تو غافل رہا ہوں۔ان میں مجھ سے کوتاہیاں ہوئی

ہیں اور ان معاملوں میں میں مجرم بن رہا ہوں اور دوسری طرف علم محبت پیدا کرتا ہے۔ جب اللہ کے حوالے سے آپ زندگی گزارتے ہیں۔تو آپ کے دل میں بے پناہ محبت اس وجود کی پیدا ہوتی ہے جس نے آپ کی خاطر یہ سب کچھ کیا ہے۔

تو جب واسطی نے یہ کہا کہ غفلت کے میدان سے مشاہدے کے میدان میں نکلو تو بالکل درست کہا ہے۔اور یہ ایک محض سہانا ایسا کلام نہیں جس طرح صوفی اپنے دکھاوے کے لئے بنا لیتے ہیں گھڑ لیتے ہیں ایک صاحبِ تجربہ صاحبِ مشاہدہ کا کلام ہے۔

ذوالنون مصری کہتے ہیں:۔

''مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرًا عَلَى الْحَقِيْقَةِ نَسِىَ فِىْ جَنْبِ ذِكْرِهٖ كُلَّ شَىْءٍ وَ حَفِظَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ كُلَّ شَىْءٍ وَ كَانَ لَهٗ حِفْظًا عَنْ كُلِّ شَىْءٍ''

اس کا ترجمہ اب میں پڑھ دیتا ہوں لیکن اس مضمون کو انشاء اللہ آئندہ خطبے میں بیان کروں گا۔وقت نہیں رہا۔ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا فی الحقیقت ذکر کیا۔ وہ ذکر ہر دوسری یاد کو مٹا دیتا،یعنی لا الہ کا مضمون اس کو تب سمجھ آتا ہے جب الا اللّٰہ کی حقیقت پر غور کرے اور جب اللہ کی حقیقت پر فی الواقعہ غور کرتا ہے تو تب وہ محسوس کرتا ہے کہ اردگرد کوئی بھی باقی نہیں رہا۔سب مٹ گئے وہ اکیلا وہی اور خدا رہ گیا ہے اور اللہ اس کے لئے ہر چیز پر اس کا محافظ بن جاتا ہے۔جب غیر اللہ کے سہارے ٹوٹ گئے،کوئی رہا ہی نہیں میدان میں جس کو پکارے جس کو آواز دے تو پھر اس کی حفاظت کا سارا ذمہ خدا تعالیٰ کے اوپر ہو جاتا ہے۔

اس مضمون پر انشاء اللہ آئندہ میں ایک حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کر کے پھر باقی مضمون کو وہاں سے پھر بیان کریں گے۔